سورۂ عنکبوت مکی ہے

اس کے حروف (۴۲۱۷) ہیں اس کے کلمے (۸۸۵) ہیں اسکی آیات (۶۹) ہیں

دارقطنی اپنی سنن میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاندگہن سورج گہن میں دو رکعت اسطرح پڑھتے کہ ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے ہوتے پس پہلی رکعت میں سورہ عنکبوت یا روم پڑھتے۔ اور دوسری رکعت میں یٰسین (در) یہی مذہب شافعی وحنبلی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ۝

الٓمّٓ۔ حروفِ مقطعات سے ہے اور اس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے۔ لیکن ان سورتوں کی ابتدا حروف تہجی سے ہونے میں یہ بھی ایک حکمت ہے کہ جب حکیم کسی غافل سے مخاطب ہوتا ہے یا کسی کا دل کسی شغل میں لگا ہوا ہو اور اسکی طرف متوجہ ہونا ہوتا ہے تو کلام مقصود کے سوا اور اس سے پہلے ایک ایسی شے ظاہر کرتا ہے کہ جس سے مخاطب اپنے دل سے اس طرف متوجہ ہو جائے تو پھر وہ مقصود کو بیان کرتا ہے۔ تو اب جو مقصود سے مقدم ہوتا ہے کبھی تو کلام ہوتا ہے کہ جس کے معنی مفہوم ہوتے ہیں جسطرح کہتے ہیں کہ ادھر سنئے۔ ذرا متوجہ ہو جائیے۔ اور کبھی وہ مقدم علی المقصود غیر مفہوم آواز ہوتی ہے جیسے کسی آدمی کے پیچھے سے سیٹی بجاتے ہیں تا وہ ادھر التفات کرے۔ اور کبھی وہ آواز منہ کے سوا ہوتی ہے جس طرح تالی بجاتا تا وہ سامع متوجہ ہو جائے۔ چونکہ استماع آیات کے لئے ہی توجہ دلانا مقصود ہے اس لئے کلام مقصود سے پہلے چند حروف بیان کئے جاتے ہیں تا سامعین آگاہ

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ 3

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ 4 کیا لوگوں نے

خیال کیا کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دئے جائیں گے اور وہ نہ آزمائے جائینگے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ہوجائیں۔ پھر اگر وہ حروف اس قسم کے ہوں کہ جس سے معنے سمجھ میں نہ آئے تو افادۂ مقصود میں اکمل ہوتے ہیں کیونکہ اگر کلام مفہوم المعنی ہووے تو سامع سُن کر شاید یہ خیال کرلے کہ یہی کلام مقصود تھا اور اس کے بعد کوئی کلام نہیں تو اُس کی توجہ ہی منقطع ہوجائے گی۔ اور جب بلا معنی کوئی صوت سنتا ہی تو پوری طور سے متوجہ رہتا ہے کہ اس کے بعد کونسا کلام ہوگا کیونکہ یہ جو اُس نے سنا ہی وہ تو مقصود نہیں تھا (کبیر) فقیر کہتا ہے کہ قول مختار تو یہ ہے کہ ان حروف کے معنے ہیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یا جو آپ کا وارث ہوتا ہے اُسے معلوم ہوتے ہیں۔ تو یہ حکمت انھیں لوگوں کے کام کی ہی کہ جنھیں ان حروف کے معنے مفہوم نہیں ہوتے۔ احسب الناس۔ یہ استفہام انکاری ہی۔ لا یفتنون۔ اشارہ فتنہ جس طرح ابتدائے ایمان میں ہوتا ہے اسیطرح واصلوں کو بھی اُن کے دعوے محبت و معرفت کا امتحان ہوتا ہے۔ تجلی کے بعد استتار اُن کے حق میں امتحان ہے۔ اور جو شخص فراغتی میں اترایا۔ اور بلا سے گھبرایا وہ جھوٹا ہے۔ (عرائس) فلیعلمن۔ تا کہ علم ظہور حاصل ہو یعنی اس عالم دنیا میں اسکا مشاہدہ ہو۔ اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما ایسے مقام پر لنعلم کے لنری معنے کرتے ہیں۔ کیونکہ رویت موجود سے متعلق ہوتی ہے اور علم رویت سے عام ہے اس لئے کہ وہ موجود و معدوم دونوں سے متعلق ہوتا ہے۔ اور اہل سنت متفق ہیں کہ اللہ ہر ایک شے کو جو واقع ہوئی اور واقع ہوگی اور جو واقع نہ ہوئی اگر واقع ہوتی تو کس طرح ہوتی ان سب باتوں کو پوری طرح سے جانتا ہے (ابن کثیر) حاصل یہ ہے کہ اس تجدد کا مرجع معلوم کی جانب ہے۔ نہ عالم اور نہ علم کی طرف۔ کیونکہ معلوم زمانی ہے اور آخر دونوں زمانی نہیں ہیں۔ یسبقون۔ یفوتون۔ حاصل یہ ہے کہ اہمال (مہلت دنیا) موجب اہمال نہیں۔ وہی شخص جزا و سزا دینے میں جلدی کرتا ہے جسے مجرم کا اپنی قبضے سے نکل جانیکا خوف ہوتا ہے۔ ساء ما یحکمون۔ ما موصولہ ہے۔ مخصوص محذوف ہے۔ تقدیر اسطرح ہے بئس الذین یحکمون حکمہم ۱۲

(بلکہ اللہ ضرور آزمائے گا)۔ اور بیشک البتہ ہم نے اُن لوگوں کو آزمایا تو جو اُن سے پہلے

تھے پس ضرور اللہ اُن لوگوں کو متمیز کریگا جو سچے ہیں اور ضرور متمیز کریگا جھوٹوں کو۔ کیا جو

لوگ بُرے کام کرتے ہیں اُنھوں نے یہ خیال کیا کہ وہ ہم سے نکل جائیں گے۔ بُرا ہے

جو یہ حکم کرتے ہیں۔ یعنے اللہ تعالےٰ مومنین کو بقدرِ ایمان آزمائے گا جسطرح صحیح حدیث

میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ بلا انبیا علیہم السلام پر آتی ہے۔ پھر اُن کے بعد درجہ

بدرجہ ہر نیک بخت بندے پر آتی ہے "پھر جس قدر جس کا ایمان قوی ہے اُسکی بلا

بھی سخت ہوتی ہے ۵

هر که دریں بزم مقرب تراست		جام بلا بیشترش مے دہند

لیکن جو مقرب ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ سب قضائے الٰہی ہے اسپر صابر و راضی رہتا

جاتا ہے۔ اور منافق جزع و فزع و ناشکری کرتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اسی اُمت پر موقوف

نہیں بلکہ اس کے پہلے جو لوگ گذرے ہیں اُن کا بھی ہم نے امتحان لیا تھا پس جو

دعوئِ ایمان میں سچے ہیں اُنھیں جھوٹوں سے جدا کر دے گا۔ اور جو ایمان ہی نہیں

لائے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس امتحان سے بچ گئے۔ لیکن اس آزمائش سے زیادہ

اُنھیں بعد میں دوسرے عذابات لاحق ہونے والے ہیں۔ اور انکا یہ خیال کہ ہمارے

قبضۂ قدرت سے نکل جائیں گے۔ یہ بہت ہی بُرا خیال ہے لعلہ بیان کفار کے

مومنین و محبین کا حال ذکر فرماتا ہے۔ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ

اللّٰهِ لَاٰتٍ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اِنَّ اللّٰهَ

لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ جو شخص اللہ کے ملاقات کی آرزو

رکھتا ہو تو بیشک ضرور اللہ کی (مقرر کی ہوی) مدت (یعنے موت و قیامت)

آنے والی ہے۔ اور وہ سننے والا ن جاننے والا ہے۔ اور جس نے مجاہدہ کیا تو وہ

اپنی ہی ذات کے لئے مجاہدہ کرتا ہے۔ کیونکہ بیشک اللہ تمام عالم سے بے نیاز ہی

اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کئے البتہ ہم اُن سے اُنکی برائیاں

دور کردیں گے اور البتہ ہم انھیں اُس سے بہتر بدلہ دیں گے جو وہ کرتے تھے۔ یعنے جو

شخص ملاقاتِ الٰہی کی آرزو رکھتا ہو تو اللہ تعالےٰ اُسکی آرزو پوری کرے گا کیونکہ اللہ

تعالےٰ نے جو وقت مقرر کیا ہے وہ آنے والا ہے تو ہر ایک کو اُس کے عمل کا پورا

ثواب ملیگا کیونکہ وہ تمھاری دعاؤنکو سنتا ہے اور تمام جہان کو دیکھتا ہے۔ پھر فرماتا ہی کہ

یہ جو مجاہدات و ریاضات ہیں اُن کا فائدہ تمھاری طرف ہی عود کرتا ہی۔ اور اللہ کو

والذین آمنوا۔ شرع میں ایمان عبارت ہی تصدیق جمیع ما قال اللہ و قال رسول اللہ سے جس کا کہ علم

ہو اسمیں بطور تفصیل اور جس کا کہ علم نہ ہو اسمیں بطور اجمال (نیشاپوری) ۱۲۔

اس سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ وہ تمام عالم سے بے پرواہ ہے۔ اور اپنی صفاتِ قدس
میں کامل ہے۔ باوجود خلائق سے بے نیاز و بے پرواہ ہونے کے ایمان داروں اور
نیک کام کرنے والوں کو اُن سے اُن کی برائیاں[1] کفارہ فرما دیگا اور اُن کے عمل کا بہتر بدلہ
دیگا۔ یعنی ایک کا دس چند سے سات سو تک یا اس سے بھی زیادہ۔ **بعد** اطاعتِ
8 موجدِ حقیقی کے موجدِ مجازی سے نیکی کرنیکا حکم فرماتا ہے۔ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ
حُسْنًا ۚ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ
9 فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي
الصَّالِحِينَ ۝ اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور
(اے شخص) اگر وہ دونوں تجھ سے جھگڑیں کہ تو میری ساتھ اُس کو شریک بنا جس (کی
خدائی) کا تجھے علم نہیں ہے تو اُنکی اطاعت نہ کر۔ تم سب کا رجوع میری ہی طرف ہے پس
میں تمھیں خبردار کروں گا اُس سے جو تم کرتے تھے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے
نیک کام کئے البتہ ہم اُنھیں نیک بختوں میں داخل کریں گے۔ جب اللہ تعالے نے
اپنی اطاعت کا حکم فرمایا تو اس اطاعت سے روکنے والا کون ہے۔ ہاں انسان کو
اگر اطاعت کرنا ہی ہے تو والدین کی اطاعت کرے۔ لیکن باوجود اُنکی اطاعت لازم

[1] علما نے کہا کہ اعمالِ صالحات سے صغیرہ گناہ مٹ جاتے ہیں اور کبیرہ کے لئے توبہ ضرور ہے تو نیک عمل میں توبہ بھی داخل ہے ۱۲

ہونے کے اگر وہ بھی معصیتِ الٰہی کا حکم کریں تو انکی بھی نہ سننا چاہئے پھر دوسرے توکس
شمار میں ہیں۔ اسی سے معلوم ہوا کہ لَاطَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ یعنی معصیت
خالق میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہوسکتی۔ خواہ وہ حاکم ہی کیوں نہ ہو۔ بعض شکم
پرست کہتے ہیں کہ ہمیں شاہی حکم اسی طرح ہے اس لئے ہم مجبور ہیں۔ شاہنشاہِ جل جلالہ
کے حکم کے سامنے شاہی حکم کی کچھہ وقعت نہیں۔ مجبوری کچھہ نہیں اگر کسب و نوکری
اور کسی حیلہ سے پیٹ نہیں بھر سکتا ہے تو آخر میں بھیک مانگ لو۔ لیکن ہر حال میں ظلم
اچھا نہیں ۵

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن		اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

جب لڑکا والدین کی نہ مانیگا تو ضرور اُس کو والدین کے خلاف میں تکلیف پہونچیگی
اور اپنے احسان کی مکافات بھی نہ ہوگی تو فرماتا ہے تمھارا مرجع میری جانب ہے
میں والدین کے احسان کا اور دین پر ثابت رہنے میں جو کچھہ تکلیف پہونچی اُن
دونوں کا بدلہ دونگا۔ اور نیک بختوں کے ساتھہ اُٹھاؤں گا گو دنیا میں تو والدین سے

لہ کیونکہ والدین کی اطاعت خود میرے ہی حکم سے لازم ہوی جب اُنھوں نے میرے ساتھہ
شرک کرنے کا حکم کیا تو اُنھوں نے مطلقاً میری اطاعت کو باطل کرنا چاہا جس سے خود اُن کی
اطاعت کا باطل ہونا لازم ہوگیا۔ اور ہر وہ شے کہ جس کے وجود سے اُس کا معدوم ہونا لازم آتا
ہے وہ باطل ہے۔ تو طاعتِ والدین اتخاذِ شرک باللہ میں ممتنعات سے ہوی ۱۲

بہت ہی قریب تھا۔ کیونکہ آدمی قیامت میں اُس کے ساتھ رہتا ہے جس سے
دینی لحاظ سے دنیا میں محبت رکھتا تھا **شانِ نزول** یہ آیت حضرت سعد بن
ابی وقاص کی شان میں نازل ہوی اس قصہ میں یہ بھی ہے کہ اُن کی ماں نے
کہا کہ کیا تجھے اللہ تعالے نے یہ حکم نہیں دیا کہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری کرے پس اللہ
کی قسم کہ اب میں نہ کھاونگی نہ پیونگی یہانتک میں مرجاؤں۔ یا تو اسلام سے پھر جا۔
پھر آخر لوگوں نے منہ چیر کر کھانا ڈالا۔ یہ آیت اُتری۔ **بعد ذکرِ صادقین منافقین کا**
حال بیان فرماتا ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ
جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ وَلَئِنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا
مَعَكُمْ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝ اور آدمیوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ میں اللہ پر
ایمان لایا۔ پھر جب وہ اللہ کی راہ میں ایذا دیا جاتا ہے تو وہ لوگوں کی تکلیف کو اللہ کے
عذاب کے برابر کر دیتا ہے۔ اور اگر (اے نبی) تمھارے پروردگار کی جانب سے مدد پہونچی

ك امام احمد و مسلم و ابوداود و نسائی و ترمذی نے روایت کی (ابن کثیر) معالم و قرطبی میں ہے کہ سعد رضی اللہ
عنہ نے اُسکا کہنا نہ مانا اور اُس سے کہا کہ اے ماں مجھکو قسم ہے اللہ تعالے کی کہ اگر تیری سو جان ہوں پھر
ایک ایک جان کر کے نکل جائیں تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کبھی کفر نہ کروں گا۔ پس تیرا جی چاہے کہا
اور تیرا جی چاہے نہ کہا۔ جب وہ مایوس ہو گئی تو آخر کھانے پینے لگی۔ ۱۲

تو کہتے ہیں کہ بیشک ہم تمھارے ساتھ تھے (ہمیں بھی مال غنیمت میں شریک کیجئے)
کیا اللہ اُس چیز سے سب سے زیادہ واقف نہیں جو لوگوں کے دلوں میں ہے۔ اور بیشک
اللہ ممتاز کریگا اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور بے شک جدا کر دیگا منافقوں کو۔
یعنی[1] جب منافق کو دین الٰہی میں ایذا دیجاتی ہے تو مرتد ہوجاتا ہے" لیکن ایماندار
ہر طرح کی آفات راہ خدا میں جھیلتا ہے۔ اور کافروں کی موافقت میں عذاب الٰہی
سے ڈرتا ہے۔ لیکن کافر[2] تمسخر سے کہتے کہ ہماری پیروی کرو تو تمھارے گناہ بھی ہمارے
سر پر اٹھالیں گے۔ چنانچہ آیندہ آیت میں بھی بیان ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ
مِّنْ شَيْءٍ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ وَ
لَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ اور کافروں نے ایمان داروں سے
کہا کہ تم ہماری راہ کی پیروی کرو۔ اور ہم تمھارے گناہوں کو اٹھالیں گے۔ حالانکہ وہ
اُن کے گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں ہیں۔ بے شک البتہ وہ
جھوٹے ہیں۔ اور بے شک البتہ وہ اپنے بوجھ اور اپنے بوجھوں کے ساتھ میں

[1] اخرجہ ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما (در) [2] اب بھی بعض احمق مسلمان اپنے بھائی کو گناہ کی ترغیب دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا گناہ ہمارے سر ہے۔ خدا اپنا خوف نصیب کرے ۱۲

بہت سے بوجھ اٹھائیں گے۔ اور اللہ ضرور انسے قیامت کے دن پوچھا جائیگا جو یہ افترا کرتے تھے یعنی اپنے گناہوں کے بوجھ کے علاوہ اُن لوگوں کے گناہوں کا بھی بوجھ اٹھائیں گے جنھیں اُنھوں نے گمراہ کیا چنانچہ ایک آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُوْنَ۔ اگر گناہوں کا بوجھ ہلکا ہونا منظور ہے۔ تو ذکر الٰہی کی کثرت ضرور ہے۔ اسی طرح مخبر صادق نے فرمایا۔[1]

جب آنحضرت کا فرونکی اس بیہودہ گفتگو سے رنجیدہ ہوتے تھے اس لئے آپ کی تسکین کے لئے نوح و ابراہیم علیہما السلام وغیرہ کا قصہ بیان فرماتا ہے کہ جس طرح وہ اور اُن کے اصحاب کو نجات حاصل ہوی گو بعد مدت ہی سہی اور کافر ہلاک ہوے اسی طرح آپ اور آپ کے دوست مظفر و منصور اور آپ کے دشمن پامال و خراب ہوں گے۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ فَأَنْجَيْنٰهُ وَأَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَا آيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ اور بے شک ہم نے نوح کو انکی قوم کی طرف بھیجا پس وہ

[1] اخرج الترمذی و حسّنہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیروا سبق المفرّدون۔ قیل یا رسول اللہ ومن المفردون۔ قال الذین یھترون فی ذکر اللہ یضع الذکر عنھم اثقالھم فیاتون یوم القیٰمۃ خفافا (در) ۱۲

اُن میں ہزار سال ٹھہرے سوائے پچاس سال کے۔ پس اُن لوگوں کو طوفان نے
گرفتار کرلیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔ پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات
دی اور اُسے لوگوں کے لئے نشانی بنادیا۔ ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

لہ ساڑھے نو سو برس نہ کہہ کے اسطرح کہنے میں دو فائدے ہیں۔ اول تو یہ کہ استثنا تحقیق پر دال ہے۔ اور ترک استثناء سے کبھی تقریب کا گمان ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص ہزار سال زندہ رہا تو یہ وہم ہوسکتا ہے کہ ہزار سال تقریباً ہے تحقیقاً۔ اور جب اُسنے کہا کہ ہزار سال مگر ایک مہینہ کم تو وہ وہم جاتا رہا اور تحقیق ہوگئی **دوسرا** یہ کہ اسقدر حضرت نوح کی رہنے کی مدت بیان کرنیسے غرض آپکا صبر بیان کرنا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو بطریق اولیٰ صابر رہیں گے باوجودیکہ مدت دعوت بھی تھوڑی ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوی تو اُس عدد کا ذکر کرنا چاہئے کہ جو مراتب عدد میں اعلیٰ ہو اور اُس کے لئے ایک اسم مفرد موضوع ہو۔ کیونکہ مراتب اعداد۔ آحاد تو دس تک ہیں عشرات سو تک۔ مات ہزار تک۔ پھر بعد اس کے تکثیر ہزار سے ہوتی ہے۔ پس کہتے ہیں دس ہزار یا سو ہزار وغیرہ (کبیر افقہ کہتا ہے کہ لاکھ اور کروڑ وغیرہ کے لئے وہی بیں اسم مفرد موضوع نہیں ہے) لہ یعنی اُس کشتی کو (یا اس واقعہ کو) یا اس عقوبت کو۔ اگر کشتی مراد لی جائے تو یہ معنی ہونگے کہ بعینہٖ اُسی کشتی کو ہم نے نشان بنا چھوڑا جس طرح قتادہ کہتے ہیں کہ وہ کشتی ابتدای اسلام تک کوہ جودی پر باقی تھی۔ یا نوع کشتی مراد لی جائے کہ جو لوگوں کے لئے یادداشت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے زمانہ طوفان میں اس سے لوگوں کو بچایا تھا جسطرح فرمایا وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ - وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ۔ یہ باب تدریج سے ہے یعنی شخص سے جنس کیطرف ترقی کرنا۔ اسیطرح یہ آیت ہے۔ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ۔ کیونکہ جو ستارے زینت آسمان ہیں بعینہٖ اُنھیں سے رجم نہیں کیا جاتا بلکہ اُسی نوع کے ستاروں سے شیطان کو رجم کیا جاتا ہے (ابن کثیر) پھر اس سے اُن نادانوں کا اعتراض بھی رفع ہوگیا جو کہتے ہیں کہ چند روز میں ستارے کم ہوجائیں گے۔ سلہ ابن کثیر نے اسکی ترجیح کی اور کہا کہ یہ اقرب اقوال ہے۔ اور درمنثور میں اسکی تخریج ابن ابی شیبہ و ابن ابی حاتم و حاکم مع تصحیح و ابن منذر وغیرہ کی طرف منسوب ہے۔ ۱۲

حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے۔ اور ساڑھے
نوسو برس قوم کو دعوت دی۔ اور بعد طوفان ساٹھ سال زندہ رہے یہاں تک کہ
29-16 لوگوں کی کثرت ہوئی"۔ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال بیان فرماتا ہے۔ وَاِبْرٰهِيْمَ
29-17 اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝
اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ
وَاشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ اور ابراہیم کو (بھیجا) کہ جب انھوں نے اپنی قوم
سے کہا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔ یہ تمھارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے
ہو۔ سوا اس کے نہیں کہ تم اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور جھوٹ بناتے ہو
بے شک خدا کے سوا جنھیں تم پوجتے ہو وہ تمہارے لئے روزی دینے کے مالک نہیں
ہیں پس اللہ کے پاس سے روزی طلب کرو اور اسکی عبادت کرو اور اسکا شکر
کرو۔ اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے۔ ان آیات میں کافروں کے

تعلمون۔ ماھو خیر لکم مما ھو شر لکم۔ وتخلقون افکا۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما تصنعون
کذبا۔ اخرجه ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم (در) یعنی بتوں کو اپنے ہاتھ سے تراش کر یہ جھوٹ کہتے ہیں کہ
یہ الٰہ ہیں۔ والافک بمعنی المأفوک وھو الصرف عما ھو علیه۔ لانها مصنوعة وھم یجعلونها صانعة (خا)
واشکروا له۔ یقال شکرته۔ وشکرت له افصح من شکرته (ابن جریر) له عطف علی نوحا۔ او نصب
باضمار اذکر۔ ۱۲

مذہب کا بطلان اچھی طرح سے کیا گیا ہی۔ کیونکہ عبادت یا تو اس لئے کیجاتی ہی کہ وہ مستحق بالذات ہی اور یہ تو بُت ہیں کہ جنھیں کسیطرح کا شرف نہیں۔ یا اس لئے کہ اُسنے ہمیں وجود دیا ہو۔ حالانکہ یہ خود اُن بتوں کو بناتے ہیں۔ یا اس لئے کہ رزق دیوی اور ہماری بقا کا سبب ہووے اور یہ کوئی بات بھی اُن میں نہیں ہی۔ تو پھر اللہ ہی سے رزق طلب کرو جو مستحقِ عبودیت ہی اور تمھیں حال ومال میں نافع ہی کیونکہ مرجع بھی تمھارا اُسکی جانب ہے بعد توحید کافروں کو تہدید فرماتا ہے۔ وَاِنْ تُکَذِّبُوْا فَقَدْ کَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِکُمْ وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ اور اگر تم جھٹلا دو تو بے شک تم سے پہلے بہت امتوں نے تکذیب کی۔ اور رسُول پر سوا ظاہر (پیغام) پہنچا دینے کے کچھ نہیں ہے بعد توحید ورسالت کے ذکرِ معاد (قیامت) کا بیان فرماتا ہی۔ اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ

اَوَلَمْ تَرَوْا ... وحمزہ وکسائی ... بخطاب کے

البلغ المبین۔ یعنے اسطرح پیغام پہونچا دینا کہ سامع پوری طور سے سمجھ جاے۔ اولم یروا۔ یہاں رؤیت سے مراد علمِ ظاہر ہے کیونکہ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ ابتدائی پیدایش اللہ ہی سے ہے۔ یا آدمی کی پیدایش مراد لیجاے تو بھی ظاہر ہے کہ پانی و مٹی سے غذا۔ پھر اس سے نطفہ ہوا۔ اعادہ بھی اسیطرح ہوگا۔ پہلی آیت میں اشارہ طرف علمِ حدسی کے تھا جو بغیر طلب کے حاصل ہوتا ہی۔ اسی لئے وہاں اولم یروا بطورِ استفہام فرمایا کہ اس کا نہونا مستبعد ہے۔ اب اس آیت میں ارشاد ہوتا ہی کہ اس طرحکا علم حاصل نہیں تو اطرافِ زمین میں فکر کرو تاکہ علمِ فکری سے سیکھو۔ یعیدہ۔ قال قتادۃ ای بالبعث بعد الموت (ابن جریر) ۱۲

يَسِيْرٌ ○ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح پیدایش کی ابتدا کرتا ہے پھر اُسے
اعادہ کریگا۔ بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔ یہ دلیلِ نفسی تھی اب دلیلِ آفاقی بیان
فرماتا ہے۔ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ
النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۚ (اے نبی) کہدو کہ تم زمین میں پھرو
پھر دیکھو کہ اللہ نے کس طرح پیدایش کی ابتدا کی پھر اللہ آخرت کی پیدایش کو پیدا کرے گا۔

آیت ۲۰

النَّشَآءَةَ مکی و بصری مد سے۔

ف۱ یا یہ کہ گذشتہ دلیل باعتبار مادّہ و عدمِ مادہ کے تھی۔ اور یہ باعتبار تغایرِ اجناس و احوال کے ہے۔ یا یہ کہ وہ علمی تھی اور یہ عینی ہے۔ فانظروا۔ پہلی آیت میں اولم یروا یعنے بلفظِ رویت اور اس آیت میں بلفظ نظر ہونے میں یہ حکمت ہے کہ علمِ حدسی علمِ فکری سے کامل ہے۔ اور رویت بھی نظر سے کامل ہے۔ کیونکہ نظر سے رویت حاصل ہوتی ہے کہا جاتا ہے نَظَرْتُ فَرَاَيْتُ۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر تمھیں رویت حاصل نہیں ہوئی تو جاؤ زمین میں نظر کرو تاکہ تمھیں رویت حاصل ہو۔ النشاۃ الاخرۃ۔ قال ابن عباس ھی الحیاۃ بعد الموت وھو النشور (ابن جریر) ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ اس آیت میں اسطرح فرمایا اور پہلی آیت کے خاتمہ میں ان ذلک علی اللہ یسیر۔ فرمایا تھا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ پہلا یعنے علمِ حدسی اتم تھا اور یہ علمِ فکری اعم ہے۔ اور جو امر کہ فاعل پر یسیر و آسان ہوگا تو بطریق اولیٰ اُسکے تحت قدرت بھی ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو دس من اٹھاسکتا ہے تو اُس کے حق میں کہنے والا کہے گا کہ یہ اسپر قادر ہے اور یہ نہیں کہ یہ اسپر آسان ہے۔ اور اگر اُس سے پوچھا جائے کہ یہ دس من اٹھاسکے گا تو کہے گا یہ اُسے سہل و آسان ہے۔ اسیطرح اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر تمھیں علمِ تام حاصل نہ ہووے کہ یہ امور اللہ کے پاس سہل و آسان ہیں تو اچھا زمین کی سیر کرو تاکہ تمھیں اتنا تو معلوم ہو جائے کہ یہ ہماری قدرت میں ہیں۔ صرف ہمارا قادر ہونا ماننا ہی امکانِ اعادہ کے لئے کافی ہے۔ (کبیر) ۱۲

بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جب ذکرِ آخرت آیا تو وہاں عذاب و ثواب بھی ہوگا جس طرح فرماتا ہے۔ یُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ۝ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ جسے چاہتا ہے عذاب کرتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤگے۔ اور تم (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو زمین میں اور نہ (آسمان والے) آسمان میں اور اللہ کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔ اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں سے اور اُسکی ملاقات سے انکار کیا وہی لوگ میری رحمت سے مایوس ہوئے اور وہی ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انھیں پوری طور سے الزام لگایا۔ اور دلائلِ قویہ سے توحید کو ثابت فرما دیا تو لاجواب ہو کر مارنے اور جلانے پر آمادہ ہوے۔

وما انتم۔ قال بعض اهل البصرة وما انتم بمعجزين فى الارض ولا من فى السماء بمعجزين ومثله قول حسّان بن ثابت رضی اللہ عنه ؎ امن يهجو رسولَ اللهِ منكم ؛ ويمدحه وينصره سواء ؛ اراد ومن يمدحه وينصره فاضمر من (ابن جرير) وما انتم بمعجزين۔ دیکر عن ادراككم فى الارض ولا فى السماء ان فررتم من قضائه بالتوارى فى الارض او الهبوط فى مهاويها۔ ۱ یعنی اسم موصول مبتدا ہے۔ اور خبر محذوف ہے۔ تقدیر یوں ہے ولا من فى السماء بمعجزه۔ اسکو ابن کثیر نے اختیار کیا۔ لیکن صاحب تفسیر کبیر وغیرہ لکھتے ہیں۔ یہ اس کے معنے یوں ہے کہ تم اللہ تعالی کو عاجز کرنے والا نہیں ہو یعنی اس کے عذاب سے کوئی روک نہیں سکتا نہ زمین میں چھپ کر نہ آسمان میں بھاگ کر ۱۲

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِؕ

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ پھر ابراہیم کی قوم کا سوا اس کے کچھ جواب

نہ تھا۔ کہ انہوں نے کہا ابراہیم کو قتل کر ڈالو یا انھیں جلا ڈالو پس اللہ نے انھیں آگ سے

نجات دی۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں

آپ کے جلانے کے لئے لکڑیاں جمع کیں اور ایسی آگ سلگائی جو آج تک کبھی ایسی نہ

سلگائی گئی تھی جسکی لپک آسمان تک پہونچتی تھی۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کو باندہ کر بہت

بڑے گوپن کے ذریعہ سے اس آگ میں پھینکا۔ اللہ تعالے نے اپنے رسول کے لئے سرد

وسلامتی کر دی۔ بعد آپ اس میں سے صحیح وسالم نکلے۔ اور اس طرح فرمانے لگے۔ وَقَالَ

فانجٰہ۔ یہ فاءِ فصیحہ ہے یعنے فقذفوہ فانجٰہ اللہ ۔ لہ یہاں آیات کو مومنین کے لئے خاص فرمایا کیونکہ

آگ کا ٹھنڈا ہونا باقی نہ رہا جو مسلمان ہیں وہ صرف ایمان لاتے اور تصدیق کرتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ انکار

کرتے ہیں۔ اور کشتی کی نشانی تمام عالم کے لئے فرمایا تہا کیونکہ وہ بہت دن تک باقی تھی۔ یا یہ کہ جنس کشتی باقی

ہے (لطیفہ) ان آیات کو مومنین سے مخصوص فرمانے میں یہ بھی نکتہ ہے کہ جو حضرت ابراہیم کی قدم

میں ثابت قدم رہے گا اس کے لئے دوزخ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی (کبیر) ۲ہ قصہ حضرت ابراہیم سورۃ

انبیا میں مذکور ہو چکا۔ ۳ہ اہل طب کہتے ہیں کہ آگ کی کیفیت گرم ہے جس طرح پانی کی کیفیت سرد

ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ پانی کی سردی جاتی رہتی ہے اور وہ پانی ہی رہتا ہے۔ اسیطرح آگ کی

گرمی جا سکتی ہے اور وہ آگ رہ سکتی ہے یعنے ایک نور جو جلانے والا نہو۔ اگرچہ یہ غیر معتاد ہے لیکن معجزہ تو

وہی ہے جو خارق عادت ہو۔ ۱۲

۲ع ۱۲
۳ع ۲۵ ۱

اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّیَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۟ۙ اور بولے کہ جو تم نے اللہ کے سوا بتوں کو زندگی دنیا میں باہم محبت کرنی کے لئے (معبود) بنایا ہے۔ پھر قیامت کے دن بعض تمہارے بعض سے انکار کریں گے اور بعض تمہارے بعض پر لعنت کریں گے اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے[1]۔ اور تمہارے لئے کوئی بھی مددگاروں میں سے نہیں ہے۔ یعنے تم نے جو بت پرستی اختیار کی ہے اس کے لئے کوئی بھی دلیل نہیں ہے۔ صرف ایک دوسرے کی محبت کا خیال کرکے کہ سب ایک ہی طریقہ اور ایک ہی چال پر رہیں۔ لیکن یہ صرف اس دنیوی زندگی میں ہے۔ برخلاف متقیوں کے کہ وہ ایک دوسرے کے قیامت میں بھی دوست ہوں گے۔ چنانچہ ایک جاے فرمایا۔ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۔ جب حضرت ابراہیم ہر طرح

مَوَدَّةً بَیْنَكُمْ نافع وشامی وشعبہ ساتھ تنوین کے۔ مَوَدَّةُ بَیْنِكُمْ مکی وبصری وکسائی ساتھ رفع تا کے اور اضافت سے۔ خبر مبتدا محذوف کی یعنے ھی مودة بینکم اور جملہ صفت اوثان ہے ۱۲۔

مودۃ بینکم۔ حفص اور اُن کے موافق جو قاری ہیں اُنکی قرارت پر مودۃ مفعول لہ ہے۔ اور دوسرا مفعول اتخذتم کا محذوف ہے جسکی تقدیر الٰھۃ ہے۔ اور نافع اور اُن کے موافق قاری جو منون اور بینکم کو نصب دیتے ہیں اُنکی قرارت پر بھی وہی وجہ ہے۔ صرف بینکم ساتھ مودۃ کے منصوب ہے۔ یا اسکی صفت ہے۔ (خفاجی)

[1] فقیر عرض کرتا ہے کہ کافروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا تو وہ ٹھنڈی ہو گئی اب آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا ٹھکانا آگ نہیں بلکہ تمھارا ہے ۱۲۔

صابر رہے تو اللہ تعالےٰ نے آپ کے تمام احوال کو بدل دیا۔ آگ میں گرتے وقت
تنہا تھے۔ اب آپکی ذریت سے دنیا بھر گئی۔ آپ کے قرابت دار کافر تھے اس کے عوض
آپ کی ذریت میں نبوت وکتاب دیگئی۔ اوّل جاہ و مال نہ تھا۔ اب مال بھی کثیر ملا اور
شیخ مرسلین[لہ] بنے۔ اور یہ صرف دنیا ہی میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی آپ کے لئے سب
29-26 کچھ ہے جس طرح فرماتا ہے۔ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ
29-27 الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ
وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ۚ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ پھر لوط نے ابراہیم کو
سچا پایا اور کہا کہ بیشک میں اپنے رب کی جانب ہجرت کرنے والا ہوں۔ اس لئے کہ وہی
غالب حکمت والا ہے۔ اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب دئے اور ہم نے نبوت اور
کتاب کو ابراہیم کی ذریت میں کر دیا۔ اور ہم نے اُنھیں دنیا میں اُن کا بدلہ دیا اور بیشک

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما صدّق لوط ابراھیم علیہما السلام۔ اخرجه ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم (در) الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۔ اسمیں اپنی قوم کوایک قسم کی تہدید ہے۔ اور ہجرت کی مصلحت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنے وہ غالب ہے مجھے دشمنوں سے بچائے گا۔ اور وہ حکیم ہے جو مجھے حکم فرمایا ہے اس میں میری ہی مصلحت ہے۔ [لہ] ابن عباسؓ وغیرہ نے کہا کہ سعادتِ دنیا و آخرت کو حضرت ابراہیم کے لئے جمع فرما دیا۔ دنیا میں رزقِ واسع اور زوجہ حسینہ وصالحہ دیا۔ اور ثنائے جمیل کہ ہر ایک اُنھیں محبت کرتا ہے اور انکے بعد اُنھیں کی اولاد میں نبوت عطا کی باوجود اس کے قیامت میں بھی آپ کا درجہ بلند ہے۔ (ابن کثیر) ۱۲

وہ آخرت میں نیک بختوں میں سے ہیں۔ مردوں میں سے جسنے اول حضرت ابراہیم کو سچا یا وہ آپ کے حقیقی بھتیجے حضرت لوط ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم مع لوط علیہما السلام شہر کوفہ سے ہجرت کرکے شام کو گئے تو وہاں اللہ نے آپ کو بیٹا اسحٰق اور ان کے بیٹے یعقوب یعنی پوتا بھی آپ ہی کی زندگی میں دیا چنانچہ ایک جائے فرمایا۔ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ۔ صحیحین میں ہے۔ اِنَّ الْكَرِيْمَ ابْنَ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ۔ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرٰهِيْمَ۔ ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے انبیا ہوئے وہ سب آپ ہی کی اولاد ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے انبیا حضرت یعقوب کی اولاد ہیں حتے کہ حضرت عیسےٰ بھی دختری اولاد ہیں۔ اور حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں صرف سید الانبیا علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ **اب** حضرت لوط علیہ السلام اور انکی قوم کا حال بیان فرماتا ہے۔ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ

مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ

ل قتادہ نے کہا (ابن کثیر) ۲؎ پھر حضرت ابراہیم نے فلسطین میں مقام کیا۔ اور حضرت لوط نے سدوم میں (بیضاوی) الفاحشۃ۔ اللہ تعالےٰ نے لواطت کو بے حیائی فرمایا جس طرح زنا کو فرمایا وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً الاٰیۃ۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ لواطت میں بھی حد ہووے کیونکہ دونوں میں علت جامعہ فحش ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوطیوں پر جو عذاب آیا وہ پتھر کی بارش تھی اسیطرح اب بھی جو یہ فعل کرے اسے بھی سنگسار کرنا چاہئے ۱۲

السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا
بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ
ع ۸ ۱۵ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ع اور لوط کو (بھیجا) کہ جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم بیشک ایسی
بے حیائی کرتے ہو کہ کسی نے تمام عالم میں سے تم سے پہلے نہ کی۔ کیا بیشک تم مردوں
سے مبتلا ہوتے ہو اور راہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلس میں بُرا کام کرتے ہو۔ پس قوم
لوط کا سوائے اس کے کچھ جواب نہ تھا کہ وہ کہنے لگے کہ اگر تم سچوں میں سے ہو تو اللہ کا
عذاب ہم پر لے آؤ (لوط) نے کہا اے میرے رب اس قوم مفسدین کے مقابلہ میں
میری مدد کر۔ یعنے لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کی کہ مرد کا مرد سے مبتلا ہونا
بہت ہی بُرا فعل ہے کوئی تم سے پہلے بنی آدم میں سے یہ کام نہیں کیا۔ اور راہ زنی
بھی کرتے ہو۔ علاوہ یہ کہ مجمع و مجلس میں بُرے بُرے اقوال و افعال کرتے ہو۔ اور
ان بُرے باتوں پر ایک دوسرے کو کچھ نہیں کہتے ہو۔ سوائے ان باتوں کے یہ افعال
بھی کرتے تھے مجلس[1] میں گوز مارتے اور ہنستے تھے مینڈھے[2] اور مرغ لڑاتے تھے۔ راہ چلنے والوں
کو کنکریاں مارتے اور اُن سے مسخرہ پن کرتے تھے جب آپ نے دیکھا کہ انکا عدم

نادیکم۔ وعلم عن المجالسة بالنداء حتی قیل للمجلس النادی والمنتدی والندی ومنہ سمیت دار الندوة بمکة وهو المکان الذی کانوا یجتمعون فیه (مفردات) [1] عن عائشة رضی اللہ عنہ
[1] امام احمد و ترمذی (ابن کثیر) [2] ترمذی و طبرانی وغیرہ (در) ۱۲

اُن کے وجود سے بہتر ہے اس لئے بد دعا کی اور عذاب آیا جس طرح فرماتا ہے۔ وَلَمَّا
جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اِنَّ
اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا لَنُنَجِّيَنَّهٗ
وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ اور جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے)
ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری لائے بولے بے شک ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنیوالے
ہیں اس لئے کہ اُس (بستی) کے لوگ ظالم ہیں (ابراہیم نے) کہا کہ بے شک اسمیں
لوطؑ ہیں۔ (فرشتے) بولے ہم خوب جانتے ہیں اُن کو جو اُس (بستی) میں ہیں۔ البتہ
ہم ضرور لوط کو اور اُن کے لوگوں کو نجات دیں گے سوا اُنکی عورت کے کہ وہ (اُسی

لَنُنَجِّيَنَّهٗ حمزہ وکسائی بابِ افعال سے۔

اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ۔ بشارت کے لئے علت نہیں بیان کی۔ اور عذاب کے لئے علت بیان کی اسکا سبب یہ ہے کہ فضل والے کا فضل کسی عوض کے مقابلہ میں نہیں ہوتا۔ اور عادل کا عذاب بغیر جرم کے نہیں ہوتا۔ الغابرین۔ غبر الشئ بقی و غبر ایضا مضی وھو من الاضداد وبابہ دخل (مختار) جب غابر کے دو معنے ہوئے یعنے ماضی اور باقی تو دونوں معنے بھی یہاں صحیح ہو سکتے ہیں۔ ماضی کے معنے اس طرح کہ جب فرشتوں نے کہا تھا کہ ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوطؑ کا ذکر کیا تو ملائکہ نے کہا کہ لوط کی عورت انھیں لوگوں میں ہے جن کا ذکر گذر چکا (ای الماضی ذکرھم) نہ اُن لوگوں میں ہے کہ جنھیں ہم نجات دیں گے یا یہ کہ ہلاک شدہ تھا اور اُس کا زمانہ ماضی ہو جاتا ہے۔ اور باقی کے معنے اسطرح کہ سب ہلاکی میں ہیں سوا اُن کے کہ جنھیں ہم نجات دیں تو بولے کہ ہم لوط کو اور اُنکی اہل کو نجات دیں گے لیکن اُنکی عورت اُسی ہلاکی میں رہجانیوالوں میں سے ہے (کبیر) ۱۲

ہلاکی ہیں) رہ جانے والوں میں سے ہے۔ فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کو ذریت کی
بشارت دی اور کہا کہ ہم سدوم کی بستی کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔ یعنے اگر ان موذیوں
سے جہاں خالی ہو گئی تو کیا فکر ہے کیونکہ نیک بخت بندے جو آپ کی ذریت میں
ہوں گے پھر اس میں آباد ہوں گے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی خوشخبری کا تو خیال
نہ فرمایا لیکن اپنے بھتیجے لوط علیہ السلام کی فکر کی۔ فرشتوں نے بھی اپنی شفقت ظاہر
کی کہ ایک لوط ہی نہیں بلکہ ان کے اتباع کو بھی بچا لیں گے۔ پھر وہ فرشتے حضرت
ابراہیمؑ کے پاس سے لوط علیہ السلام کے پاس گئے جس طرح فرماتا ہے۔ وَلَمَّآ اَنْ

جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا
تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ
عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ وَلَقَدْ

منجوک: مکی و شعبہ و حمزہ و یعقوب کسائی کی قراءت میں منجوک ہے۔
منزلون: شامی تفعیل سے۔

سيئ بهم - اى حل بهم ما يسوءهم (مفردات) جاءته المساءة والغم (اى النائب عن الفاعل
ضمير المصدر) بسببهم (اى الباء سببية) مخافة ان يقصدهم قومه بسوء (خفاجی) ضاق بهم
ذرعا - اى عجز عنهم (مفردات) وضاق به ذرعا اى ضاق ذرعه به اى لم يطقه ولم يقو عليه
واصل الذرع بسط اليد فكانك تريد مددت يدى اليه فلم تنله (مختار) يقول الفقير ان التميز محول عن الفاعل
قال قتادة ضاق ذرعه بضيافتهم لما علم من خبث فعل قومه (ابن جرير) طال ذرعه وذراعه للقادر وضاق
للعاجز- وذلك لان من طال ذراعه يصل الى ما لا يصل اليه قصير الذراع (كبير) رجزا - العذاب الذى
يوقع صاحبه فى القلق من قولهم رجز وارتجز اذا اضطرب والمراد الحجارة (نيشاپوری) ۱۲

تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ اور جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط کے
پاس آئے تو اُن کے باعث (لوط) غمگین ہوئے اور اُن (کی مہمانداری) سے عاجز
ہوئے۔ اور بولے (اے لوط) نہ ڈرو اور نہ رنجیدہ ہو بے شک ہم تمھیں اور تمھارے
لوگوں کو نجات دینے والے ہیں سوا تمھاری عورت کے کہ وہ (اُسی ہلاکی میں) رہجانیوالوں
سے ہے۔ بیشک ہم اس بستی والوں پر آسمان سے ایک عذاب اتارنے والے ہیں بسبب
اس کے کہ وہ فسق کرتے تھے۔ اور البتہ بیشک ہم نے اُس (بستی) میں سے ایک ظاہر
نشانی اُن لوگوں کے لئے چھوڑی جو سمجھتے ہیں۔ اِن آیتوں میں قصہ لوط کو اختصار
سے بیان فرما کے اب قصہ شعیب شروع فرماتا ہے۔ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا
فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ
مُفْسِدِينَ ۝ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ۝

ف ظاہر نشانی سے مراد اُن کے اجڑے ہوئے مقامات۔ یا باقی پتھر یا اُن کا قصہ۔ وارجوا۔ اے
نعبا دلکم ایاہ جزاء یوم الآخر۔ وقال بعضھم واخشوا (ابن جریر) کقولہ تعالیٰ لِمَن كَانَ يَرْجُوا
اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ۔ ولا تعثوا۔ عثو و فساد کے ایک ہی معنے ہیں تو یہ اسطرح ہے جس طرح اجلس
قعوداً ہے یا مفسدین حال موکدہ ہے۔ الرجفۃ۔ یہاں اور اعراف میں رجفہ کا ذکر ہے۔ اور سورہ
ہود میں صیحہ کا۔ لیکن یہ تعارض نہیں ہے کیونکہ صیحہ جبرئیل ہی سبب رجفہ تھا۔ خواہ رجفہ زمین ہو یا رجفہ
قلوب۔ اور اضافت سبب کی طرف سبب السبب کی اضافت کی منافی نہیں ہیں (کبیر) دارھم۔ جہاں
فاخذتھم الصیحۃ ہے وہاں دیارھم ہے۔ اور جہاں رجفہ کا ذکر آتا ہے تو وہاں دارھم ہے لیکن دارھم

اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو (بھیجا) پس انھوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی
ت کرو اور پچھلے دن کی (عمل کر کے) امید رکھو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو ۔ پس
انھوں نے شعیب کو جھٹلایا تو (عذاب) زلزلہ نے انھیں گرفتار کیا پس انھوں نے اپنے
گھروں میں صبح کی اس حال سے کہ وہ مرے ہوے تھے ۔ یہ قصہ اہل مدین ہے ۔ یہ کافر ناپ
تول میں کمی کرتے تھے ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے نصیحت فرمائی لیکن انھوں نے نہ مانا ۔ عذاب آیا ۔
زلزلہ اور خوف ناک آواز سے کلیجے پھٹ گئے ۔ اور سب مرگئے ۔ پھر بطور اجمال دوسری کافر قوموں کا
حال جو قسم قسم کے عذاب سے ہلاک ہوئی اس طرح بیان فرماتا ہے وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَقَدْ تَّبَیَّنَ لَكُمْ
مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ ۝

وثمودا نافع و مکی و بصری و شامی و شعبہ و کسائی وصل میں تنوین سے اور وقف میں الف سے ۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بھی وہی دیار مراد ہے اور اضافت جمع کی طرف جایز ہے خواہ لفظ جمع سے ہو یا لفظ واحد سے لیکن التباس کا خوف نہ ہو ۔ **نکتہ** اس اختلاف میں یہ ہے کہ رجفہ خود ایک ہیبت ناک شے ہے اُسے ہولناک کرنے کی ضرورت نہیں ۔ اور صیحہ فی نفسہ ہولناک نہیں ہے لیکن وہ صیحہ چونکہ عظیم ہے یہاں تک کہ اس سے زلزلہ پیدا ہوا اس لیے دیار کو بلفظ جمع ذکر فرمایا تا اُسکی ہیبت معلوم ہوئے (کبیر) الدار المنزل اعتبارا بدورانها الذی بالحائط ۔ وجمعها دیار ۔ ثم یسمی البلدة دارًا (مفردات) لہ سورۂ شعرا میں تفصیل سے گذرا ۔ وعادا وثمودا ۔ عاد قوم ہود علیہ السلام ہے جو احقاف میں رہتی تھی ۔ اور وہ شہر حضرموت کے قریب تہا ۔ ثمود صالح علیہ السلام کی قوم ہے جو حجر میں رہتی تھی ۔ اور وہ شہر وادی قریٰ سے قریب تھا ۔ اور عرب ان مقاموں کو خوب جانتے تھے ۔ اکثر اوقات یہ انکی آمد و رفت کے مقامات تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان قوموں سے عبرت دلائی (ابن کثیر) مستبصرین ۔ اے لمان العقل البصیرۃ (مفردات)

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ 29-
وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۝ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ ومنهم من 29-4
اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ اور عاد و ثمود کو (بھی ہم نے ہلاک کیا) اور تمہارے لئے انکی بعض

بستیوں میں سے ظاہر ہے۔ اور شیطان نے انکے (بُرے) اعمال کو انھیں اچھا کر دکھایا پس راہ سے انھیں روکا حالانکہ وہ بصیرت کے طالب تھے۔ اور قارون فرعون ہامان کو (بھی ہم نے ہلاک کر ڈالا) اور البتہ بیشک موسیٰ اُن کے پاس معجزے لائے پس انھوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ (ہمارے قبضہ سے) نکل جانیوالے نہ تھے پس ہم نے ہر ایک کو اُسکے گناہ کے باعث گرفتار کیا پس بعض تو انمیں سے وہ ہیں جنپر ہم نے پتھر برسانیوالی آندھی بھیجی۔ اور بعض انمیں سے وہ ہیں جسے سخت آواز نے گرفتار کر لیا اور بعض انمیں سے وہ ہیں جسے ہمنے زمین میں دھنسا دیا اور بعض انمیں سے وہ ہیں جنھیں ہمنے ڈبا دیا اور اللہ کو سزاوار نہیں کہ اُنپر ظلم کرے ولیکن وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ یہ بطور لف نشر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن امتوں کا جو انبیاء کرام کو جھٹلاتے تھے ذکر کرکے پھر فرماتا ہے کہ ہم نے ہر ایک کو اُس کے گناہ کی مناسبت سے عقوبت دی۔ پس عاد پر سخت آندھی بھیجی جو زمین سے پتھر اُٹھا کر ڈالتی تھی اور انھیں زمین سے اُٹھا اُٹھا کر پہاڑوں سے ٹکرایا کہ انکے سر پاش پاش ہوگئے۔ اور انکی درازیٔ قامت اور قوت کچھ کام نہ آئی۔ اور قوم ثمود جنھیں

سابقین۔ ای لایفوتونہ (مفردات) حاصباً۔ الحاصب الریح الشدیدۃ تثیر الحصباء ای الحصی۔ (مختار) والعرب تسمی الریح العاصف التی فیہا الحصی الصغار او الثلج او البرد حاصبا (ابن جریر) ۱؎ لان قولہ تعالیٰ فاخذتہم الرجفۃ دل علی الاہلاک (کبیر) ۲؎ انھیں مذکورین پر یہ معطوف ہیں ۱۲۔

صالح علیہ السلام بھیجے گئے تھے انھیں سخت آواز نے گرفتار کرلیا۔ اور قارون زمین میں دھنسادیا گیا۔ اور فرعون
ڈبادیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا ولیکن وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اسلئے کہ ظلم وضع الشیٔ فی غیر
المحل کو کہتے ہیں تو وہ خود اشرف ہو کر ایسوں کی جو نہایت ہی خسیس ہیں عبادت کرتے تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انکی
مثال مکڑی اور جالے سے دی جو نہایت ہی کمزور وضعیف ہے۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ
كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ
يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا
يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝
اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے خدا کے سوا معبود بنا رکھے ہیں جیسے مکڑی کہ اسنے ایک گھر بنایا اور بیشک البتہ سب گھروں سے
کمزور مکڑی کا گھر ہے۔ اگر وہ جانتے (تو غیر حق کو خدا نہ بناتے) بیشک اللہ اُس چیز کو جانتا ہے جسے یہ خدا کے سوا عبادت
کرتے ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ اور یہ مثالیں ہیں جنھیں ہم لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں اور انھیں نہیں سمجھتے ہیں
مگر عالم۔ اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو سچائی کیساتھ پیدا کیا بیشک اسمیں البتہ مومنین کیلئے نشانی ہے۔ مکڑی اور
اسکے جالے کی تشبیہ دینے میں انکے دین کا ضعف ثابت کرنا ہے۔ اور اسکا تشبیہ مرکب ہونا تو ظاہر ہے۔ اور اگر تشبیہ مفرق

البیوت
قالوا ان وکم وشی فی شیء حرا
وکسا لی ساتھ کرتا ہے
تدعون
نافع وکم وشی
حمزہ وکسائی ساتھ
تا و خطاب کے

اوھن۔ الوھن ضعف من حیث الخلق والخُلق (مفردات) وقد وھن من باب وعد۔ ووھنہ غیرہ یتعدی ویلزم
واوھنہ غیرہ ووھنہ توھینًا (مختار) العنکبوت۔ یقع علی الواحد والجمع والمذکر والمؤنث۔ والتاء فیہ کتاء
طاغوت (ای زائدۃ) ویجمع علی عناکیب وعناکب وعکاب وعکبۃ واعکب (بیضاوی) من شیء۔ من للتبیین۔
(تخریج) لہ قال ابن عباس ذلک مثل ضربہ اللہ لمن عبد غیرہ ان مثلہ کمثل بیت العنکبوت (ابن جریر) ۱۲

سمجھیں تو مشرک مکڑی کی مثل ہے۔ اور مشرک کا بت کو اپنا معبود و ملجا بنانا اس طرح ہے جسطرح مکڑی اپنے جالے سے گھر بناتی ہے۔ کیونکہ اسی گھر کے سبب سے اسکی موت آتی ہے کہ لوگ گھر کو اس سے پاک کرتے ہیں

جسطرح عابد صنم بسبب بت کی عبادت کی آگ میں گرتا ہے۔ اور یہ بھی بات ہے کہ جسطرح مکڑی اپنے جالے سے مکھیوں کا شکار کرتی ہے لیکن اسے بقا نہیں ایک ادنے سبب سے گھر خراب ہو جاتا ہے اسطرح کافر بھی اپنے شرک سے جو کچھ کسے پر سے بھی کم ہے یعنی بعض سامان دنیا کا حاصل کرتا ہے لیکن وہ آخر میں مثل اپنے عمل کے ہبائً منثوراً ہو جائیگا۔ پھر اسی مثال سابق کی تاکید فرماتا ہے کہ تم جسکی عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے وہ غالب ہے یعنی وہ تمھارے ہلاک کرنے پر قادر ہے چونکہ قریش ان جیسی مثالوں پر ہنستے تھے تو فرماتا ہے کہ ان مثالوں کے فائدے کو اور اس کی حسن کو عالم لوگ ہی سمجھتے ہیں پھر آسمان و زمین کی پیدایش کا ذکر فرماتا ہے کہ یہ بیکار نہیں پیدا ہوے[1] اس لئے کہ اسمیں مومنین کیلئے نشانی ہے۔ کیونکہ مومن کی نظر خلق سے معرفت خالق حاصل کرتی ہے۔ اور ہر ایک مظہر میں مُظہر کی جستجو رہتی ہے ہے

کار جامی عشق خوبانست ہر سو عاملی	می کنند انکار او۔ او ہمچناں در کار خویش

غرض ہر شے میں مومن کو حقیقت الحقایق کی تلاش رہتی ہے۔ اگر خلوت در انجمن حاصل ہووے تو عزلت اختیار کرتا ہے۔ اور جان جاں سے یہ ندا سنتا ہے ہے

اگر ترا بہ تماشاے عید خود طلبند	خلیل وار جوابش بگو کہ بیمارم

[1] چنانچہ ایک جاے فرمایا وما خلقنا السمٰوات والارض وما بینھما باطلاً۔ اس لئے کہ قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے۔ للہ الحمد کہ پارۂ امن خلق تمام ہوا۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی الہ وصحبہ وسلم ۱۲

جب اللہ تعالےٰ نے خاص طور سے مسلمانوں کے دلوں کو تقویت دی اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی دیتا ہے۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ○

(اے نبی) جو کتاب تمھاری طرف وحی (کے ذریعہ سے نازل) کی گئی ہے پڑھو اور نماز کو قایم رکھو اس لئے کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اور البتہ اللہ کا ذکر بہت بڑا ہی۔ اور اللہ جو کچھہ کہ تم کرتے ہو جانتا ہے۔ فقیر عرض کرتا ہی کہ اس آیت میں تین باتوں کا ذکر ہے (۱) تلاوت قرآن (۲) نماز (۳) ذکر الٰہی۔ بعض صوفیہ فرماتے ہیں کہ مبتدی کے لئے ذکر اولیٰ ہے۔ متوسط کے لئے تلاوتِ قرآن۔ اور منتہی کے لئے نمازِ نفل۔ پھر ذکر چار قسم پر ہے۔ (۱) زبان ذاکر۔ دل غافل (۲) زبان ذاکر اور دل بھی اس سے موافق۔ لیکن کبھی کبھی دل غافل ہوتا ہے بخلاف زبان کے (۳) زبان دل سے موافق اور دل زبان سے۔ لیکن کبھی کبھی دونوں بھی غافل ہوتے ہیں (۴) زبان غافل و بیکار اور دل ذاکر و حاضر ہووے۔ اور یہ انتہاے مقامات ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضوری و آگاہی ہے اور یہی حقیقتِ ذکر ہی[1] کیونکہ ذکر ضد نسیان ہے، اور یہ دل ہی کی صفت ہی۔ سالک کو چاہئے کہ بعد ادائی فرایض و سنن کے ہمیشہ ذکر و فکر

[1] مکتوبات حضرت یحیےٰ منیری ۔ ۱۲

میں رہے۔ اور جس سے نہ ں کو مدد پہنچے ادا کرے۔ اور جو مخل ہووے اُسے چھوڑ دے اور اس قدر شغل میں کامل ہووے کہ بغیر اُس کے چین نہ پڑے یہاں تک کہ جذبۂ عنایت ازلی اُس سے اُس کو لیجاے۔ اور فنا سے بقا تک پہنچاے۔ اور دوسرے اشغال کی طرف اس وقت مشغول نہ ہووے۔ کیونکہ کہیں طَلَبُ الْکُلِّ فَوْتُ الْکُلِّ نہ ہووے۔ ایک شغل میں کامل نہ ہو کر دوسرا شغل شروع کر دینا یہ آدمی کو وصول سے مانع ہوتا ہے۔ اور سالک کے تمام اقوال و افعال و احوال اگر آگاہی سے ہوں تو سب ذکر میں داخل ہیں۔ لیکن کلمۂ توحید سب اذکار سے مقدم ہے۔ غرض اس آیت میں یہ بھی فرمایا کہ نماز گناہوں سے باز رکھنیکا سبب ہے۔ رسول اللہ[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس کو نماز بے حیائی اور بری باتوں سے نہ روکے تو اُسے اللہ تعالےٰ سے دوری ہی بڑھتی جاتی ہے" ایک شخص[2] نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ "فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے پھر صبح ہوی تو چوری کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نماز اُس سے کہ جو تو کہتا ہے اُسے باز رکھیگی" پھر فرمایا کہ اللہ کو یاد کرنا بہت بڑا ہے۔ اور سچ پوچھئے تو ذکر نماز کو بھی شامل ہے۔ ابن عباس[3] رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "اس کے معنی یہ ہیں کہ

[1] طبرانی از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اور اس بیان میں مرفوع سے موقوف آثار ابن مسعود و ابن عباس و حسن و قتادہ و اعمش و غیرہم رضی اللہ عنہم سے اصح ہیں (ابن کثیر) [2] امام احمد و ابن حبان و بیہقی از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (در) [3] قال علی بن طلحۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما یقول ولذکر اللہ

یاد کرنا خدا کا بندہ کو اُس سے بہت بڑھکر ہے کہ بندہ خدا کو یاد کرے ۱۲ ۵

تو یاد کنی خدائے را در خورِ خود		او یاد کند ترا وے در خورِ خویش

جب طریقۂ ہدایت مسلمانوں کے لیے بیان فرما چکا اہلِ کتاب کی ہدایت کا طریقہ
بتلاتا ہے وَلَا تُجَادِلُوٓا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ وَقُوْلُوْٓا
اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَاِلٰھُنَا وَاِلٰھُکُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ۵
اور اہلِ کتاب سے نہ جھگڑا کرو مگر اسی روش سے کہ جو بہتر ہے۔ مگر جن لوگوں نے انہیں
سے ظلم کیا۔ اور کہو کہ ہم اُس پر جو ہماری طرف اتارا گیا ہے اور تمھاری طرف اتارا گیا ہے ایمان
لائے اور ہمارا معبود اور تمھارا معبود ایک ہے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔ بعض لوگ
کہتے ہیں کہ حکم اس آیت کا آیتِ سیف سے منسوخ ہے اور اب یہ حکم ہے کہ مسلمان ہو جائیں
یا جزیہ دیں یا تلوار سے فیصلہ کیا جائے۔ اور دوسرے علما کہتے ہیں کہ منسوخ نہیں بلکہ
محکم ہے اور اس کا حکم باقی ہے۔ اور کسی بھی آیت کو بغیر دلیلِ قوی کے منسوخ نہ کہنا چاہیے ۲

(بقیہ صفحہ گذشتہ) لعبادہ اکبر اذا ذکروہ من ذکرھم ایاہ۔ وروی ایضا عن ابن مسعود وابی الدرداء
وسلمان الفارسی وغیرھم واختارہ ابن جریر (ابن کثیر) ۱ اس معنی کے لحاظ سے ولذکر اللہ مصدر
فاعل کی طرف مضاف ہے۔ اور مفعول محذوف ہے۔ اور مفضل علیہ من ذکرکم ہے۔ اور پہلے معنے کے لحاظ سے
مصدر مفعول کی طرف مضاف ہے۔ اور مفضل علیہ دوسری طاعات ہیں۔ ۲ لا یجوز ان یحکم علی حکم اللہ
فی کتابہ بانہ منسوخ الا بحجۃ یجب التسلیم لھا من خبر او عقل (ابن جریر) ۱۲

غرض اہل کتاب میں سے دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک تو وہ جو عرب کے تابع ہو کر رہتی تھے پس ان کے ساتھ مباحثہ کی اجازت دیگئی جو بہت ہی عمدہ طریقہ سے ہو[1] اور دوسرے وہ لوگ جو ظالم تھے[2]۔ اور جزیہ نہیں ادا کرتے تھے اور لڑائی کے لئے تیار ہوتے تھے۔ تو اُن سے لڑنا چاہیئے پھر فرمایا کہ تم لوگ اہل کتاب سے کہو کہ ہم ایمان لائے اُس کلام پر کہ جو ہماری اور تمھاری جانب اتارا گیا ہے یعنے جب اہل کتاب ایسی بات بیان کریں جس کا درست و باطل ہونا معلوم نہ ہو تو اُسے جھٹلانا چاہیئے کیونکہ شاید وہ سچ ہو۔ اور نہ اُسکی تصدیق کرنی چاہیئے کہ شاید وہ باطل ہو بلکہ بطور اجمال[3] اور معلق بشرط ایمان لانا چاہیئے کہ اگر وہ اللہ کے پاس سے ہے تو ہم ایمان لاتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اہل کتاب سے کس طرح پوچھتے ہو حالانکہ جو کتاب تم پر نازل کی گئی خالص کامل موجود ہے کہ اس میں کچھ بھی شائبہ نہیں۔ اور اس قرآن پاک میں تمھیں تبلا دیا کہ اہل کتاب نے تغیر و تبدل کر دیا اور (جس مقام پر چاہا) اپنے ہاتھوں سے کتاب میں لکھا اور افترا کیا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ حقیر مال دنیوی کمائیں۔ کیا کتاب الٰہی کا علم تمھیں

[1] چنانچہ ایک جا فرمایا اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ [2] اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ میں کا بیان ہے [3] بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ کے یہودی لوگ توریت کو عبرانی زبان میں پڑھکر اُسکی تفسیر اہل اسلام کے لئے عربی زبان میں کرتے تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب بلکہ اسطرح کہو اٰمَنَّا بِالَّذِيْ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۱۲

اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم اُن سے کچھ پوچھو۔ اللہ کی قسم کہ اُن میں سے کوئی بھی آدمی
اُس سے نہیں پوچھتا جو تم پر اُتارا گیا ہے۔[1] عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ اہلِ
کتاب سے کوئی بات نہ پوچھو[2] کیونکہ وہ تو خود ہی گمراہ ہو گئے پھر تم اُن سے رہنمائی کی
امید کس طرح کر سکتے ہو۔ پھر ایک دلیل قیاسی بیان فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ
الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا
يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝ اور (اَے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ہم نے پہلے کتابیں اتاری
ہیں) اسی طرح ہم نے تمہاری طرف کتاب اتاری ہے۔ پس وہ لوگ کہ جنھیں ہم نے
(تم سے پہلے) کتاب دی ہے اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور ان (موجودہ اہلِ
کتاب[3]) میں سے (بھی) بعض وہ ہیں جو اُس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور کافر ہی ہماری
آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ سابق کے اہلِ کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت
اپنی کتابوں میں دیکھکر ایمان لاتے تھے جس طرح حدیث میں آیا ہے۔ اور جو آنحضرت

[1] بخاری (ابن کثیر) [2] ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اکثر باتیں جو اہلِ کتاب بیان کرتے ہیں وہ کذب و بہتان ہیں اس لئے
کہ انکی کتابوں میں بکثرت تبدیل و تحریف و تغیر و تاویل واقع ہوئی ہے اور اسمیں بہت ہی کم سچ ہے اور جو کچھ ہے اُس کے
معلوم ہونیکی کوئی صورت نہیں ہے۔ [3] ای ومن ھٰؤلاء الذین ھم بین ظہرانیک الیوم من یؤمن بہ کعبد
اللہ بن سلام ومن اٰمن برسولہ من بنی اسرائیل (ابن جریر) اس معنی پر یؤمنون جو مضارع ہے تو اُس ماضی
کی صورت کو نقل کرنے میں اسوقت حاضر کرنا مقصود ہے۔ اسمیں اور وجوہ بھی ہیں۔ جسے منظور ہو تفسیر کبیر ملاحظہ کرے۔ ١٢

کے زمانہ میں اہلِ کتاب تھے بعض اُن میں سے بھی ایمان لائے اور بعض نے انکار کیا۔
لیکن وہی انکار کرتے تھے جو قرآن کی صداقت پر توجہّ نہیں کرتے اور اسے معجزہ نہیں
سمجھتے تھے۔ لیکن اس کا اعجاز تو ظاہر ہے جس طرح ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا كُنتَ تَتْلُوا
مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ بَلْ هُوَ
اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝
اور[1] (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تم اس (قرآن) سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے
اور نہ اسے اپنے سیدھے[2] ہاتھ سے لکھتے تھے اُس (پڑھنے لکھنے کے) وقت البتہ تہ کار شک
کرتے[3] (کہ قرآن اگلی کتابوں میں سے چھانٹ کر بنا یا گیا ہے) بلکہ وہ[4] (قرآن) ظاہر

تخطہ۔ خط بالقلم کتب وبابہ نصر (مختار) لارتاب۔ ای شک (مختار) [1] جب مناظر مسئلہ خلافیہ بیان کرتا ہے مثلاً کہا کہ مالِ صغیر میں زکوٰۃ واجب ہے۔ پھر اگر کہا جائے کہ کیوں واجب ہے۔ تو کہے گا جس طرح اُسکے مال میں نفقہ واجب ہے۔ اور دونوں میں جو وجہِ جامع ہے۔ اُسے نہیں بیان کرتا۔ اگر طالب مجرد تشبیہ سے وجہ شبہ کو خود ہی سمجھ لیا تو بہت ہی بہتر ہے۔ اور نہیں تو کہے گا کہ وہ دونوں بھی اس قسم کے مال ہیں جو حاجت سے زیادہ ہیں تو زکوٰۃ بھی واجب ہوگی یہاں بھی اسیطرح ہے کہ پہلے تمثیل بیان فرمائی وکذلک انزلنا سے پھر وجہ جامع کو بیان فرمایا۔ یعنے ان کتب کا منزل من اللہ ہونا معجزہ سے معلوم ہوا تو اس قرآن کا انکی زبان سے ادا ہونا جو اُمی ہوں عین معجزہ ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ منزل من اللہ بھی ہے (کبیر) [2] سیدھے ہاتھ کا ذکر تحقیق حقیقت اور اُس کی تاکید کے لئے ہے۔ تا کہ مجاز کے لئے مجاز بھی نہ باقی رہے جس طرح کہتے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ [3] یا یہ کہ اہلِ کتاب شک میں پڑتے کہ ہم نے تو توریت وانجیل میں پڑھا ہے۔ کہ پیغمبر

آیتیں ہیں اُن لوگوں کے سینوں میں کہ جنھیں علم دیا گیا ہے۔ اور ظالم ہی ہماری

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم لکھے پڑھے نہ ہوں گے اور یہ شخص تو لکھے پڑھے ہیں چنانچہ ایک جاے اللہ تعالے فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ الآیہ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ مبارک سے کبھی ایک حرف بھی آخر وقت تک نہیں لکھتے تھے۔ اور جو بعض لوگوں نے کہا کہ صلح حدیبیہ میں آپ نے اپنا اسم مبارک لکھا جس طرح صحیح بخاری میں ہے۔ تو یہ دوسری آیت پر محمول ہے کہ جس میں ہے آپ نے حکم فرمایا تو لکھا۔ ہاں جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے لکھا تو یہ بطور معجزہ کے ہے نہ یہ کہ آپ کو لکھنا آتا تھا۔ اور وہ جو حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ نے لکھنا سیکھا۔ وہ ضعیف ہے جسکی کوئی اصل نہیں (ابن کثیر) **تمدنِ عرب**۔ یہ کتاب ہمارے شہر حیدرآباد سے شایع ہوی ہے یہ ایک عیسائی کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اگرچہ وہ نصرانی اپنے تعصب سے جو کچھ اسلام کے متعلق لکھے تعجب نہیں لیکن مترجم صاحب باوجود مسلمان ہونے کے اور اس دعوے کے کہ "میں نے محض ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ کل ان مقامات پر جہاں توضیح اور تشریح کی ضرورت تھی اپنی طرف سے حواشی لکھے" اُس کتاب کے صفحہ ۹۰ میں اسطرح لکھتے ہیں کہ "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا آپ کو ایک مرتبہ اپنے ہمراہ شام کو بصرہ میں لے گئے۔ اور حضرت بصرہ کے ایک نصرانی خانقاہ میں ایک راہب سے ملے جس نے آپ کو توریت کی تعلیم دی" معاذ اللہ نصِ قرآنی کے صریح خلاف ہے۔ اسی طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے متعلق بھی عجیب و غریب روایتیں گھڑی ہیں۔ لیکن مترجم نے اپنی حمیتِ اسلام کو بالائے طاق رکھا۔ اور بجاے اس کے کہ اس کتاب پر جرح کرتے اُسکی تعریف و توصیف کی ہے چنانچہ مرقوم ہے کہ "خود مذہب اہل اسلام کی بابت اس مصنف محقق نے ایسی پرجوش تحریر کی ہے کہ کوئی راسخ الاعتقاد مسلمان بھی اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا" افسوس صد افسوس اس اعلی پر شمس العلما کا خطاب بھی ہے۔

آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ یعنے جس ذاتِ مقدس ﷺ کو لکہنا پڑہنا نہ آتا ہو اور نہ زبانی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) گر ہمیں مکتب است ایں ملا بؤ کارِ طفلاں تمام خواہد شد بؤ جب شمس العلما نے اُس کتاب کی اس طرح تعریف کی پہر اُن کے مقلدوں کو اس کتاب کے خرید کرنے میں کیا دیر تھی ہر ایک نے اُسے گراں قیمت پر ہاتہوں ہاتہہ لے لیا۔ میرے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اُشْرِبَتْ فِیْ قُلُوْبِھِمُ النَّصْرَانِیَۃَ۔ ان لوگوں کے ہر ہر رگ میں نصرانیت کی محبت سما گئی ہے ؎

الٰہی خیر کیجو خیر کیجو اپنے بندوں پر ؛	نیا جو روز آتا ہے نئی آفت کا آتا ہے۔

؎ یعنے قرآن اللہ تعالے کی ظاہر آیتیں ہیں جو اُس کے خاص بندوں کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ یہی حسن بصریؒ سے منقول ہے اور ابن عباسؓ سے بھی۔ حدیث صحیح مسلم میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم پر ایسی کتاب اُتارنے والا ہوں جسے پانی نہیں دہو سکتا۔ اور تم اُسے سوتے اور جاگتے پڑہو گے" یعنے وہ سینوں میں محفوظ ہے کہ پانی سے دُہل جانے کا کوئی خوف نہیں ہے (یعنے اگر کوئی دشمن دین قرآن کو پانی میں ڈالدے تو پہر لاکہوں حافظ اُسے لکہوا سکتے ہیں۔) اسی لئے دوسری حدیث میں آیا کہ "جس کھال میں قرآن ہو وہ آگ میں نہیں جلے گی" اور اسی لئے کتبِ متقدمہ میں اس امت کی صفت میں ہے کہ اُن کی انجیل اُن کے سینوں میں ہوگی (ابن کثیر) اس آیت سے حافظِ قرآن کی فضیلت ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ عامل بھی ہو تو نورٌ علی نور ہے۔ ابو داؤد و ترمذی کی حدیث میں آیا ہے کہ صاحبِ قرآن سے کہا جائیگا کہ پڑہ اور چڑہ۔ اور اچھی طرح سے پڑہ جس طرح تو دنیا میں ترتیل سے پڑہتا تھا۔ پس تیرا مقام اُس آخری آیت پر ہے جو تو پڑہ رہا ہے (حصن حصین) اس حدیث میں حافظِ قرآن جو ادائی حروف سے پڑہتا ہے اُس کے لئے بشارت ہے کہ اعلےٰ مقام جنت میں ملیگا۔ اور بعض اثر میں ہے کہ جنت کے درجے قرآن کی آیتوں کے موافق ہیں۔ تو جو دنیا میں قرآن کا علم و عمل حاصل کریگا وہ اقصٰی درجاتِ جنت میں رہیگا۔ لیکن بعض قاری ایسے بھی ہیں کہ قرآن پڑہتے ہیں

فضیلت حافظ قرآن

نہ کسی سے تعلیم پائی ہو پھر آپ کا ایسی کتاب کو لانا جو جامع انواع علوم ہے بے شک معجزہ ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دلیل بیان فرما چکا اب کافروں کا ایک شبہ بیان فرماتا ہے۔ وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ اور (کافر) بولے کہ اس (نبی) پر اس کے رب کی طرف سے معجزے کیوں نہ اتارے گئے۔ (اے نبی) کہو کہ معجزے تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔ اور میں تو صرف ایک صریح ڈرانے والا ہوں۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر معجزہ چاہتے ہو تو نفس قرآن کیا معجزہ نہیں ہے۔ جس طرح فرماتا ہے۔ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ (اے نبی) کیا ان (کافروں) کو کافی نہیں ہے کہ بے شک ہم نے تم پر

(بقیہ گذشتہ) اور قرآن اُن پر لعنت کرتا ہے جس طرح صحیح حدیث میں آیا ہے اور یہ بہت ہی بُری بات ہے کہ اس کے ذریعہ سے دنیا کمائیں۔ بعض لوگ قبور پر قرآن پڑھکر اور بعض لوگ تراویح میں قرآن ختم کرکے اجرت طلب کرتے ہیں۔ لیکن عمدہ بات تو یہ ہے کہ یہ ثواب کی نیت سے پڑھا کریں اور لوگوں کو چاہئے کہ انکی خدمت کیا کریں اور اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ علم حقیقی معرفت قرآن ہے جن سینوں میں یہ علم ہووے وہ بہت ہی بابرکت سینے ہیں نہ فلسفہ اور طبعیات کا علم جو مرے بعد کسی کام کا نہیں۔ رباعی

اے دل طلب کمال در مدرسہ چند۔	تکمیل اصول و حکمت و ہندسہ چند
ہر فکر کہ جز ذکر خدا وسوسہ است	شرمے ز خدا دار ایں وسوسہ چند

کتاب اتاری جو اُن کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس (قرآن) میں البتہ رحمت
و نصیحت اُس گروہ کے لئے ہے جو ایمان لاتے ہیں۔ یعنے قرآن خود معجزہ ہوتے ہوئے
پھر دوسرے معجزے طلب کرنا سرکشی و عناد کی علامت ہے۔ کیونکہ لاکھوں عرب جب اسکا
مقابلہ نہ کر سکے اور اُنہوں نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا تو اب جو اس کے مثل لانیکا دعوےٰ
کرے وہ جھوٹا ہے۔ بعد بیان دلائل رسالت کے جب سرکشوں نے اسے نہ مانا۔ تو جس طرح
ایک سچا آدمی اپنے دلائل بیان کرکے منکر سے کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی میرے سچے پن
اور تیری تکذیب کو جانتا ہے اس طرح یہاں بھی بطور اندازہ و تہدید فرماتا ہے۔ قُلْ كَفٰى
بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (اے نبی) کہدو کہ میرے اور تمہارے ع ۵
درمیان میں اللہ گواہ بس ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے
اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور اللہ سے منکر ہوئے یہی لوگ نقصان پانیوالے ہیں
جب کافروں کو ڈرایا گیا کہ تمہیں اس کفر سے بہت ہی نقصان پہونچے گا تو انہوں
نے اپنے ضرر کو جلد طلب کیا۔ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ 29-53
الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ 29-54

لہ یعنے سچے اور جھوٹے کو جانتا ہے۔ کوئی شے اُس سے مخفی نہیں ہے۔ ہر ایک کو اسکے لائق بدلا دیگا ۱۲

نقولُ — کوفی ونیز کا و شامی صیغہ متکلم سے۔

جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكٰفِرِينَ ۝ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ

وَيَقُولُ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ اور (اے نبی) وہ تم سے عذاب کو جلد طلب کرتے ہیں

حالانکہ اگر مدت معین نہ ہوتی تو البتہ ان پر عذاب آجاتا۔ اور البتہ یکایک ان پر (عذاب)

آئیگا اس حال میں کہ وہ نہ جانتے ہوں گے۔ وہ لوگ تم سے عذاب جلد طلب کرتے ہیں

اور بیشک البتہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ جس دن عذاب انھیں ڈھانپ لیگا

ان کے اوپر سے اور ان کے پیروں کے نیچے سے اور (اللہ) کہیگا کہ (مزہ) چکھو اس کا

جو تم کرتے تھے۔ یعنے اپنی حکمت و رحمت سے عذاب کا ایک وقت مقرر فرمایا ہے۔ اور اگر

لوگوں کو اس کا وقت معلوم ہوتا تو اس سے زیادہ عناد و سرکشی و فسق و فجور کرتے

اہر خیال سے کہ ہم قبل عذاب توبہ کریں گے تو اسی لئے وہ یکایک آئیگا۔ پھر جہنم کا ذکر فرمایا

دان کے لئے تیار ہے۔ صرف ان کے داخل ہونیکی دیر ہے۔ بعد عذاب جسمی عذاب

روحی کو بیان کیا کہ بطور اہانت ان سے کہا جائے گا کہ اس کا مزہ چکھو جو کچھ کہ تم کرتے

تھے جب حالِ مشرکین علیحدہ اور اہل کتاب جدا بیان کرکے دونوں کو وعید میں ایک جا

ام ۔ ظرف لمحیطۃ ۔ او مقدر کان کیت وکیت (بیضاوی) یغشاہم ۔ ای یلحقہم ویأتیہم

لـه اس میں ان پر تعجب فرمایا۔ اور پہلے بار عذاب کے طلب کرنے کا بیان بطور اخبار تھا۔ ۲ه اور عذاب کو

عین عمل بطور مبالغہ کے فرمایا۔ بطور اطلاق اسم مسبب اور سبب کے۔ اس لئے کہ انھیں کے عمل سبب و

باعث ہوئے اس بات پر کہ انھیں اللہ تعالیٰ عذاب کرے۔ ۱۲

جمع فرمایا تو اب انکی سرکشی بڑھ جائے گی اور مسلمانوں کو انکی تکلیف اور ایذا رسانی کا خوف
ہوگا اس لئے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیتا ہے۔ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ 29-56
اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ۝ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو بیشک
میری زمین کشادہ ہے بس تم میری ہی عبادت کرو۔ یعنی اگر لوگ کسی جگہ عبادت سے مانع
ہوتے ہوں تو ہجرت کرو۔ اللہ کی زمین وسیع ہے۔ جہاں عبادتِ الٰہی اچھی طور سے
ادا ہووے اسی جگہ کو اپنا وطن بنالو۔ تمھیں محبت عبادتِ الٰہی ہونی چاہیئے نہ حبّ وطن
کیونکہ وطن تو ایک دن چھوٹنے والا ہے جس طرح فرمایا ہے۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ 29-57
ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ ہر نفس موت کا (مزہ) چکھنے والا ہے۔ پھر تم ہماری ہی جانب
لوٹائے جاؤ گے۔ جب ہمیں اللہ تعالےٰ کے پاس جانا ہے تو ہمیں محبت بھی اسی سے کرنی
چاہیئے۔ نہ کہ وطن و مکان و اہل و عیال سے ۝

فایای فاعبدون۔ فاء اولیٰ جواب شرطِ محذوف ہے۔ تقدیر اس کی یوں ہے ان لم تخلصوا
العبادۃ لی فی ارض فایای فاعبدون ای فاخلصوھا فی غیرھا۔ اور فاء ثانیہ تفسیریہ ہے (خفاجی)
سلہ امام احمد نے اپنی سند سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساری زمین اللہ
کی ملک ہے۔ اور تمام لوگ اللہ کے بندے ہیں۔ پس جس سرزمین میں تجھے بھلائی پہونچے اس میں اقامت کر
(ابن کثیر) اسی لئے اکثر صحابۂ کرام نے ملک حبش کی طرف ہجرت کی۔ وہاں اصحمہ نجاشی بادشاہ نے سب کو
آرام سے رکھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور باقی اصحاب نے مدینۂ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ ۱۲

یرجعون — بصیغہ ساتھ یاے غایب کے۔

از ہر چہ بمردگی جدا خواہی شد	زاں بہ کہ بزندگی جدا باشی ازو

ہاں جو اچھے عمل کریگا اللہ تعالےٰ اُس کو بعدِ موت بہت ہی آرام کی جگہ میں رکھیگا
جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا جس طرح فرماتا ہی۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ
الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اور جو لوگ ایمان لاے۔ اور انھوں نے
اچھے کام کئے ضرور ہم اُنھیں جنت کی بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں
بہتی ہیں وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ عمل کرنیوالوں کا ثواب (کیا ہی) اچھا ہو جنھوں
نے صبر کیا اور وہ اپنے پروردگار پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ یعنی اطاعتِ الٰہی میں مشقتیں
جھیلتے ہیں۔ کافروں کی ایذائیں سہتے ہیں۔ اور ترکِ وطن سے کسی قسم کا خیال نہیں
آتا بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں کہ وہی ہر جگہ آدمی اور چرند و پرند کو رزق پہونچاتا ہو
جس طرح ارشاد فرماتا ہی۔ وَكَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَاِیَّاكُمْ
وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ اور کتنے جانور ایسے ہیں کہ اپنا رزق نہیں اٹھا سکتے۔ تندرستی

لنبوئنّھم۔ من بوّأته منزلاً ای انزلته۔ اور دوسری قرارت لنثوینھم ہے۔ من اثویته سکنا اذا انزلته منزلاً من الثواء و ھوالمقام۔ دونوں قراءتوں کے معنے قریب قریب ہیں (ابن جریر) غرفاً۔ علالیّ جمع علیّة واصلھا علیوة و معناھا القصر (خفاجی) من تحتھا۔ ای من تحت اشجارھا۔ الذین صبروا صفت عاملین ہی۔ یا خبر مبتدا محذوف ہو۔ وکاین۔ معنی میں کم کے ہی جو تکثیر کے لئے آتا ہی اسکا تفصیلی بیان کتاب نحو میں ہے

لنثوینھم حمزہ وکسائی سے ... شلثہ اور ... افعال
وکاین کی ساتھ ... اور ...

انھیں اور تمھیں رزق دیتا ہے اور وہی سننے جاننے والا ہے۔ یعنی وحوش و طیور کو دیکھو کہ آدمیوں کی بنسبت کرتے بہت زیادہ ہیں۔ پھر اکثر ان میں سے کل کے لئے ذخیرہ نہیں رکھتے۔ خالی پیٹ صبح کو جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ "اگر تمھیں جانوروں کی طرح اللہ پر پورا بھروسہ ہوتا تو اسی طرح تمھیں بھی روزی ملتی"۔ یہ ایک انسان ہی حریص ہے کہ مدتوں کا ذخیرہ جمع کرتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ "رزق کیلئے سعی کرو لیکن معصیت کے ذریعے سے نہ کماؤ"۔ جب رزق دینے کو اپنی طرف منسوب فرمایا اب اُس کے اسباب کا بھی اپنے ید قدرت میں ہونا

29-6
29-6
61. وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ 62. اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ای میرے ایماندار بندو میری زمین کشادہ ہے الخ۔ تاویل اس طرح ہے کہ میری حضرت کی ارض قدس کشادہ ہے اپنے وجود کی قید خانہ سے نکل کر سرادقات ہویت کی طرف ہجرت کرو۔ اور ہر نفس موت کو اضطراری طور سے چکھنے والا ہے تو تم اس کی پہلے موت اختیاری حاصل کر کے ہماری طرف رجوع کرو تو جنت وصال میں بلند مقام معاً نہایت ہوں گے جس کے نیچے سے انہار حکمت جاری ہیں۔ جن لوگوں نے ابتدا میں نفس کی دودھ چھڑائی اس کے خواہشات سے کی تھی اور درمیان میں تقدیر کے پیالے گو کیسے ہی کڑوے ہوں خوشی خوشی سے پیا کرتے تھے۔ اور انہوں نے نہایت میں روح کو فتوح و فیوض حاصل کرنے کیلئے نذر کر دیا۔ وسخر۔ التسخیر سیاقۃ الی الغرض المختص قہرا۔ فالمسخر ہو المقیض للفعل (مفردات) فانی۔ الفاء للترتیب او ہی جواب شرط مقدر ای فان صرفہم الہوی والشیطان فانی الخ والاستفہام للانکار والتوبیخ (خفاجی) یؤفکون۔ الافک

لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ
نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
ع ۱۲ ۶ ۲ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ اور البتہ (اے نبی) اگر تم ان سے پوچھو گے کہ کس نے آسمانوں
اور زمین کو پیدا کیا اور (کس نے) سورج اور چاند کو کام میں لگایا تو ضرور وہ کہیں گے
کہ اللہ نے۔ پھر یہ کہاں (حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف) پھرے جاتے ہیں۔ اللہ ہی اپنے
بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے (چاہتا ہے)
تنگ کرتا ہے اس لئے کہ اللہ ہر چیز سے آگاہ ہے۔ اور البتہ (اے نبی) اگر تم ان سے پوچھو گے
کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے زمین کو بعد اسکی مردگی کے زندہ کیا تو ضرور

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کل مصروف عن وجهه الذی یحق ان یکون علیه۔ فانی یؤفکون ای یصرفون عن الحق فی الاعتقاد الی الباطل۔ ومن الصدق فی المقال الی الکذب۔ ومن الجمیل فی الفعل الی القبیح (مفردات) یقدر له۔ ای یضیق فالضمیر فی له اما للشخص المعین المبسوط له والمراد ان تعاقب الامرین علیه بمشیئة الله واما لمبهم غیر معین کان الضمیر وضع موضع من یشاء (نیشاپوری) یعنے معنی اول تو یہ ہیں کہ ایک ہی شخص پر اس کا رزق کبھی کشادہ فرماتا ہے اور کبھی تنگ۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ بعضوں کو غنی کرتا ہے اور بعضوں کو فقیر یعنے جس پر رزق کشادہ کیا گیا ہے وہ اس کے سوا ہے جس پر کہ رزق تنگ کیا گیا ہے۔ اصل میں ویقدر لمن یشاء ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ اس ضمیر کا مرجع دوسرا من یشاء ہے جو اس مذکور کے سوا ہے۔ جس طرح کہتے ہیں عندی درهم و نصفه یعنے دوسرے درہم کا نصف۔ یہ صنعت استخدام کے قریب ہے ۱۲۔

کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہو کہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہی۔ بلکہ اکثر ان میں کے نہیں سمجھتے۔ یعنی کافروں سے نہایت ہی تعجب ہی کہ باوجود اللہ تعالےٰ کو اپنا خالق اور رازق جانکر پھر اسکی طرف متوجہ ہونے سے کس طرح منہ پھراتے ہیں کیونکہ جس کی عظمت[1] ثابت ہوگئی تو اسکی خدمت ضروری ہوگئی۔ بعد بیانِ تخلیق ذکرِ رزق اور اسکی فراخی[2] وتنگی کو بیان فرمایا۔ پھر ایک اور دلیل کہ زمین کو بعد خشکی کے ہری بھری کردینا جس کے کافر بھی مقر تھے بیان فرمایا۔ پھر جو بعدِ علم عمل نہ کرے وہ بے عقل ہے۔ اس لئے فرمایا۔ بَلْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۔ جب ان آیات میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ دنیا فانی ہی

لہ یہ کلام مستقل بطور اعتراض ہی۔ یا یہ کہ اپنے ماقبل سے متصل ہے یعنے اپنے رسول سے فرماتا ہی کہ تم حمد کرو کیونکہ تمہیں اللہ تعالےٰ نے تناقضِ اہلِ شرک سے بچالیا۔ کہ وہ اللہ کی نعمتوں کے معترف ہوکر بتونکی عبادت کرتے تھے کہ جو کسی طرح نفع وضرر کے مالک نہیں ہیں۔ تو یہ گویا اس طرح ہوگا جس طرح مبتلی کو دیکھ کر حمد کرتے ہیں۔

[2] جو ذوات کا خالق ہو جس طرف خلق سمٰوات وارض سے اشارہ فرمایا۔ پھر کون اس سے عظمت میں بڑھکر ہوسکتا ہے۔ اور موجدِ صفات بھی وہی ہے جس کا اشارہ تسخیر شمس وقمر سے فرمایا۔ اور اس کی عظمت کے مقابلہ میں بتونکی حقارت کو دیکھو کہ جس سے زیادہ کوئی حقیر نہیں۔ کیونکہ وہ جماد ہیں۔ اور جماد کا درجہ حیوان سے کم اور حیوان کا انسان سے کم۔ پھر کافر اشرفِ موجودات کی عبادت چھوڑکر اخسِ مخلوقات کی عبادت میں کس طرح مشغول ہوگئے۔ [3] چنانچہ پادشاہ کو دیکھو کہ اپنے علمِ ناقص کے موافق ہر ایک ملازم کی ماہوار مختلف مقرر کرتا ہے پھر جو پادشاہوں کا پادشاہ ہو اور جس کے علم میں ظن وشک کا ہونا محال ہو وہ جو کچھ کریگا بہتر ہی ہے۔ اسی لئے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ فرمایا کیونکہ وہ مرزوقین اور ارزاق اور مقادیرِ حاجات کو جانتا ہے۔ ۱۲

اور سرور و خوشی کا مقام آخرت ہی ہے اس لئے اُن بے عقلوں کے لئے جو دنیا میں جانوروں کی طرح زندگی کرتے ہیں۔ دنیا کی مذمت اور آخرت کی مدح بیان فرماتا ہے۔ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَـيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ اور یہ زندگی دنیا کی سوائے کھیل اور کود کے کچھ نہیں ہے۔ اور بیشک آخرت کا مکان البتہ وہی دائمی ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے۔ یعنی مانع توحید و تقرب یہی حیات دنیوی ہے۔ کیونکہ ایک طرف متوجہ ہونا دوسری طرف سے باز رکھتا ہے اور جب حیات

هٰذه - اسم الاشارة للتحقير كما فصل في المعاني - لهو - اللهو ما يشغل الانسان عما يعنيه و يهمه يقال لهوت بكذا ولهيت عن كذا اشتغلت عنه بلهو (مفردات) لعب - اصل الكلمة اللعاب وهو البزاق السائل وقد لعب يلعب لعبا سال لعابه - ولعب فلان اذا كان غير قاصد مقصدا صحيحا يلعب لعبا - واللعبه ما يلعب به (مفردات) سورہ انعام میں دو جا سے لعب لہو پر مقدم ہے اور سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سورۂ حدید میں بھی - اور لہو ولعب پر اعراف و عنکبوت میں مقدم ہے پھر ہر ایک کے مقدم و موخر ہونے کی وجہ بھی تحریر ہے۔ تفسیر نیشاپوری دیکھو۔ الحیوان - والحیوان مقر الحیاة ويقال على ضربين - احدهما ماله الحاسة - والثانی ماله البقاء الابدی وهو المذكور ههنا - وقد نبه بقوله لهي الحيوان ان الحيوان الحقيقي السرمدی الذی لا يفنى - لا ما يبقى مدة ثم يفنى (مفردات) والحيوان مصدر حيي وقياسه حييان فقلبت الياء الثانية واوا وبه سمى ما فيه حياة حيوانا وهو ابلغ من الحياة لما في بناء فعلان من الحركة والاضطراب اللازم للحياة ولذلك اختير عليها ههنا - (خطیب) قال ابن عباس رضی الله عنهما باقية (ابن جریر)

لے جس طرح لڑکے کھیلنے کے لئے جمع ہو کر ایک گھڑی بھر خوش ہوتے ہیں۔ پھر بغیر نتیجہ کے رنج و ماندگی سے

دنیوی سے مایوسی ہوتی ہے تو پھر اصل فطرت کی طرف لوٹتے ہیں اور توحید کے قائل ہوتے ہیں جس طرح ارشاد ہے۔ فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ فَلَمَّا نَجّٰھُمْ اِلَی الْبَرِّ اِذَا ھُمْ یُشْرِکُوْنَ ۝ لِیَکْفُرُوْا بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ وَلِیَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۝

پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں اس حال میں کہ اس کے لئے دین کو خالص کرنے والے ہیں۔ پھر جب وہ انھیں خشکی طرف نجات دیتا ہے تو اسیوقت

وَلِیَتَمَتَّعُوْا
قالون و مکی و حمزہ
و کسائی سا تہ سکون
لام کے۔ لام امر ہے
و رید بطور تہدید ہے
جس طرح مخالف سے
کہا جاتا ہے اِفْعَلْ
مَا شِئْتَ۔ ۱۲

(بقیہ صفحہ گذشتہ) واپس ہوتے ہیں چنانچہ بعض وقت ایک لڑکا کچھ خراب و خستہ تھے لیکر جیسے وہ بنائے کھیتا ہے بیچنے بیٹھتا ہے۔ دوسر ٹھیکریاں دیکر اُسے خریدتا ہے۔ پھر ہر ایک ثمن اور مبیع کو پھینک دیتا ہے۔ اس سے بڑ اہل دنیا کا حال ہے۔ کہ شادی کی آرایش و روشنی میں ہزارہا روپے صرف کر دیتے ہیں۔ اور پرسش کا دن سر پر کھڑا ہے۔ لیکفروا بما اٰتینٰھم ولیتمتعوا۔ ھذہ اللام یسمیہا کثیر من اھل العربیۃ لام العاقبۃ لانھم لا یقصدون ذلك ولا شك انھا کذلك بالنسبۃ الیھم۔ واما بالنسبۃ الی تقدیر اللہ علیھم ذلك وتقییضہ ایاھم لذلك فھی لام التعلیل (ابن کثیر) لہ محمد بن اسحٰق نے مغازی میں عکرمہ بن ابی جہل سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ فتح کیا تو عکرمہ بھاگ کر کشتی میں سوار ہوئے تاکہ ملک حبش میں چلے جائیں کشتی کچھ دور چلی تھی کہ اسکو تلاطم ہوا پس ناخدانے پکارا کہ اے لوگو یہ کشتی ڈوبتی نظر آتی ہے سب لوگ خالص اللہ تعالے سے دعا کرو کہ یہاں اسی سے نجات ہوتی ہے۔ عکرمہ کہتے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ اگر سمندر میں سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نجات دینے والا نہیں ہے تو پھر خشکی میں بھی سوائے اس کے نجات دینے والا کوئی نہیں ہے الٰہی میں تیری درگاہ میں عہد کرتا ہوں کہ اگر میں اس تلاطم سے پار ہوا تو ضرور جاکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھدونگا۔ اور ضرور میں انکو رؤف و رحیم پاؤنگا آخر یہی واقع ہوا (ابن کثیر) اخلاص من ہر حال میں باقی ہے اور اخلاص کا مضطر ہے ۱۲

یہ شرک کرتے ہیں تاکہ انکار کریں اُس سے کہ جو کچھہ ہم نے اُنھیں دیا ہے اور تاکہ فائدہ حاصل
کریں۔ پس عنقریب وہ جانیں گے۔ امن کی نعمت کے مقابلہ میں شکر کرنا چاہئے تھا کفر
لیکن کافروں کا اس کے برعکس معاملہ ہے جس طرح فرماتا ہے۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا
اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ۝ کیا
اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم[1] کو امن دینے والا بنایا اور لوگ اُن کے آس پاس
سے اُچک لئے جاتے ہیں۔ کیا پھر یہ لوگ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت
سے انکار کرتے ہیں۔ کافروں نے سمندر میں جو نہایت خوف کی جگہ تھی اللہ کو یاد کیا اور
مکہ معظمہ میں جو نہایت امن کی جگہ میں اللہ نے رکھا ہے بتوں کی پرستش کی اور اللہ سے کفر کیا تو
ان سے بڑھکر ظالم کون ہوگا جس طرح فرماتا ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ اور اُس شخص سے بڑھکر ظالم
کون ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے[2] یا حق کو جھٹلائے جبکہ وہ اُسکے پاس آئے۔ کیا کافروں کا مقام جہنم میں

يتخطف الناس - اى يقتلون ويسلبون (مفردات) الخطف الاستلاب - واختطفه وتخطفه بمعنے
(مختار) [1] تاویل حرم قلب ہر طرح سے امن میں ہے - اور اسکی اطراف صفات نفس میں تصرف شیطان ہے. بالحق - اى الرسول
او الكتاب - اليس - استفهام تقرير - وحقيقته ان الهمزة همزة الانكار دخلت على النفى فرجع الى
معنى التقرير - والمعنى اما لهذا الكافر مثوى فى جهنم حتى اجترأ مثل هذه الجرأة (خطيب) [2]
تاویل جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا کہ مجھے اللہ کے ساتھ ایک وقت وحال ہے اور حالانکہ ایسا نہیں تھا یا طریقہ
وصوفیہ کو جھٹلاتا تو ان ناشکروں کا ٹھکانا جہنم ہے - ۱۲

نہیں ہے۔ بعد دلائل کے ایک آیت جامع بیان کرکے مسلمانوں کو تسلی دیتا ہے۔ اور سورہ کو ختم فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۶ اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ضرور انھیں اپنی راہیں دکھائیں گے اور بیشک البتہ اللہ نیکی کرنیوالوں کے ساتھ ہے اسمیں جہاد کرنیوالوں کے لیے بشارت ہے خواہ کفار سے ہو یا نفس سے۔ کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی جناب قدس تک پہنچاتا ہے۔ اور اپنی معیت خاص سے نیکوکاروں کو مشرف کرتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو اپنے علم کے موافق عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر وہ علم و معارف منکشف فرماتا ہے جو اس کے علم میں نہ تھے۔ امام قشیری فرماتے ہیں کہ جو لوگ اپنا ظاہر مجاہدات سے آراستہ کرتے ہیں ہم انکا باطن مشاہدات سے آراستہ کر دیتے ہیں

کس بارِ مشاہدہ نہ چیند ؎　　تا تخمِ مجاہدہ نہ کارد

المحسنین۔ الاحسان یقال علی وجہین احدھما الانعام علی الغیر یقال احسن الی فلان والثانی احسان فی فعلہ وذلک اذا علم علما حسنا او عمل عملا حسنا وعلی ھذا قول امیر المومنین رضی اللہ عنہ الناس ابناء ما یحسنون ای منسوبون الی ما یعلمون وما یعملونہ من الافعال الحسنۃ قولہ تعالیٰ الذی احسن کل شئ خلقہ والاحسان اعم من الانعام قال تعالیٰ ان احسنتم احسنتم لانفسکم وقولہ تعالیٰ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان فالاحسان فوق العدل وذاک ان العدل ھو ان یعطی ما علیہ ویاخذ مالہ والاحسان ان یعطی اکثر مما علیہ ویاخذ اقل مالہ فالاحسان زائد علی العدل فتحری العدل واجب وتحری الاحسان ندب وتطوع وعلی ھذا قولہ تعالیٰ ومن احسن دینا ممن اسلم وجہہ للہ وھو محسن وقولہ عزوجل واداء الیہ باحسان ولذلک عظم اللہ تعالیٰ ثواب المحسنین فقال تعالیٰ ان اللہ مع المحسنین (مفردات) لہ من عمل بما علم ورثہ اللہ علم ما لم یعلم۔ ابو نعیم حلیہ میں ۱۲۰